حل غریب الحدیث
مولانا سہارن پوری کی 'بذل المجہود' کے تناظر میں تحقیقی مطالعہ

*ڈاکٹر مفتی محمد ہارون

Abstract

The knowledge of *Gharīb al-Ḥadīth* (odd and complicated words of *Ḥadith*) is an important and difficult art in the science of *Ḥadith*. According to *Muḥaddithīn*, the unawareness of this art is considered as a major defect. Many books have been compiled on the subject of *'Gharīb al-Ḥadīth'*. Due to the tremendous significance of this art, the commentators of *Ḥadīth* put in their best efforts to elaborate the odd and difficult words of *Ḥadīth* in their commentaries. Maulānā Khalīl Aḥmad Saharanpurī has solved this issue of *Gharīb al-Ḥadīth* meticulously in his eminent commentary of *Sunan Abi Daūd*, *Badhl al-Majhūd* and elaborated the terms or words referring to *Gharīb al-Ḥadīth.* He has opted different methodologies for this purpose. His most comprehensive method is to elucidate the meaning of the words and then he quotes the sayings of the experts in the field of *Gharīb al-Ḥadīth* and at the end he also gives his own opinion. However, in some places, he just depends on the viewpoints of the experts and does not comment.

Key words: *Gharīb al-Ḥadīth* terms, explanation, Maulānā Khalīl Aḥmad Saharanpurī, *Badhl al-Majhūd.*

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو زمین کے اُس خطے میں پیدا فرمایا، جس میں رہنے والوں کو اپنی زبان پر بڑا ناز تھا، اپنی اسی زبان دانی کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو عرب یعنی افصح اللسان کہتے تھے، اور دیگر اقوام کو عجم یعنی گونگا کہا کرتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کا بالغ ہونے والا نوجوان ایک ہی مجلس میں سینکڑوں اشعار فی البدیہ کہہ جایا کرتا تھا۔ مزید برآں ہجو اور مدح

* لیکچرر شعبہ اسلامی و عربی علوم، یونی ورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا۔

میں بھی اُن کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ایسے ماحول میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا اور انھیں جوامع الکلم عطا فرما کر ایسی فصاحت و بلاغت عطا فرمائی کہ جس نے بڑے بڑے شاعر عربوں کو حیران کر دیا۔آپ ﷺ کے ارشادات و فرامینِ عالیہ کو اصطلاح میں حدیث کہا جاتا ہے، جو دینِ اسلام کا دوسرا بڑا بنیادی ماخذ ہے، بل کہ قرآن کا قرآن ہونا اور اس کا سمجھنا اِسی حدیث پر ہی موقوف ہے۔چوں کہ آپ ﷺ افصح العرب تھے، اس لیے بعض اوقات آپ ﷺ اثنائے گفت گو ایسے فصیح الفاظ استعمال فرماتے جو بالعموم اہلِ عرب نہیں بولا کرتے تھے، یہ آپ ﷺ کے کلام کا ایک اعجاز ہے۔آپ ﷺ کے کلام میں اس طرح کے نامانوس الفاظ کو محدثین کی اصطلاح میں 'غريب الحديث' کہا جاتا ہے۔حدیثِ رسول کی اہمیت کے پیشِ نظر محدثین عظام نے جہاں دیگر اُمور پر توجہ دی تو غریب الحدیث کی توضیح و تشریح میں بھی اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ایک عام قاری کے لیے حدیث کے سمجھنے میں آسانیاں پیدا کر دیں۔اِس سلسلے میں علم غریب الحدیث پر الگ سے کتابیں بھی لکھی گئیں اور شارحینِ حدیث بھی شرح کرنے کے دوران اس اہم فرض سے بہ خوبی سبک دوش ہوئے۔حل غریب الحدیث کے حوالے سے جن شارحین نے لکھا ہے، اُن میں صاحبِ بذل المجہود مولانا خلیل احمد سہارن پوری (م: 1346ھ) کا نام نمایاں دکھائی دیتا ہے۔زیرِ نظر سطور میں یہ دیکھنا ہے کہ مولانا سہارن پوری[1] نے اپنی عربی زبان میں چودہ جلدوں میں شائع ہونے والی شرح سنن ابی داؤد موسوم بہ 'بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد' میں علم غریب الحدیث کی ابحاث کو کس طرح حل کیا ہے؟

غریب الحدیث کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

غریب عربی زبان کا لفظ ہے، لغت میں جس کے معنی کسی چیز سے دور ہونے کے آتے ہیں، خواہ یہ دوری لوگوں سے ہو یا اپنے وطن سے۔ابن منظور افریقی[2] (م: 711ھ) اِس کا معنی یوں بیان کرتے ہیں: الغرب: الذهاب والتنحي عن الناس،

---

[1] مولانا خلیل احمد سہارن پوری برصغیر کے کبار محدثین وفقہا میں شمار کیے جاتے ہیں، آپ کی ولادت اواخر صفر 1269ھ بہ مطابق دسمبر 1852ء میں اپنے ننھیالی قصبہ نانوتہ ضلع سہارن پور میں ہوئی، تحصیل علم کے بعد مولانا رشید احمد گنگوہی سے بیعت ہوئے۔علومِ حدیث، فقہ اور علم الکلام میں بہت زیادہ مہارت رکھتے تھے، ان میں آپ کی مجتہدانہ استعداد اور وسعتِ نظر تمام ہم عصر علما میں مسلم تھی۔1346ھ میں مدینہ منورہ میں بعد از نماز عصر وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔آپ کی تصانیف میں سے 'المهند على المفند'، 'إتمام النعم على تبويب الحكم'، مطرقة الكرامة على مرآة الإمامة، هدايات الرشيد إلى إفحام العنيد' اور ابوداؤد شریف کی عربی زبان میں شرح 'بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد' شامل ہے، جو چودہ جلدوں میں دار البشائر الاسلامیہ سے 1427ھ میں شائع ہو چکی ہے۔ملاحظہ ہو: مولانا محمد زکریا، مقدمہ اوجز المسالک إلی مؤطا مالک (دمشق، دار القلم، س ن) ج 1، ص 135۔

[2] ابن منظور کا پورا نام ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور الافریقی ہے۔630ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے، لغت اور شعر وادب کی تعلیم قاہرہ میں پائی۔دیوانِ انشا میں ملازم ہوئے، بعد میں طرابلس کے قاضی مقرر ہوئے۔زبان و بیان میں ایک خاص مہارت تھی۔عربی زبان میں سب سے جامع، مستند اور ضخیم لغت کی کتاب لسان العرب آپ ہی کی تصنیف ہے، اِسے عربی زبان کا انسائیکلوپیڈیا کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔مؤلف مذکور کی تراث میں اور بھی بہت ساری کتب شامل ہیں، جن میں مختار الاغانی، مختصر تاریخ دمشق

والغربة والغرب: النوىٰ والبعد، والغربة والغرب النزوح عن الوطن والاغتراب، ورجل غُرُب، بضم الغين والراء وغريب: بعيد عن وطنه، الجمع غرباء، والانثیٰ غريبة[3] "غریب کا مادہ غرب آتا ہے، جس کے معنی دور چلے جانے اور لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے کے آتے ہیں۔ 'رجل غرب' ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنے وطن سے دور ہو، اس کی جمع غربا اور مؤنث غریبۃ آتی ہے"۔ علامہ احمد بن محمد بن علی الفیومی (م: 770ھ) نے اِس کا معنی یوں بیان کیا ہے: ويقولون: غربت الشمس، أى توارت فى مغيبها وغرب الشخص بضم الراء أى بعد عن وطنه فهو غريب، فعيل بمعنى فاعل[4] "اہلِ عرب یوں کہتے ہیں: غربت الشمس یعنی سورج غروب ہو گیا، اپنے غروب ہونے کی جگہ میں، اسی طرح 'غرب الرجل' اُس وقت کہتے ہیں جب کوئی شخص اپنے وطن سے دور ہو گیا ہو۔ گو یا غریب، اجنبی اور نووارد شخص کو کہا جاتا ہے"۔ حدیث پاک میں بھی یہ لفظ اجنبی کے معنی میں آیا ہے: كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ[5] "دنیا میں اجنبی شخص کی طرح رہو یا ایک راہ گزر کی طرح"۔ علامہ خطابی[6] (م: 388ھ) لفظِ غریب کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: الغريب من الكلام إنما هو الغامض البعيد من الفهم كالغريب من الناس، إنما هو البعيد عن الوطن المنقطع عن الأهل، فيقال: غرب الرجل يغرب غرباً إذا تنحى وذهب، وغرب غربة إذا انقطع عن أهله، وغربت الكلمة غرابة، وغربت الشمس غروباً[7] "کسی کلام میں لفظِ غریب کے معنی یہ ہیں کہ اُس میں ایسے مشکل الفاظ استعمال کیے جائیں جو سمجھ سے بالاتر ہوں، جس طرح اس شخص کے احوال معلوم کرنا مشکل ہوتا ہے، جو اپنے وطن اور اہل سے دور جا چکا ہو، یہی وجہ ہے کہ اہل عرب اس کلمے کو جو اوپرا اور دشوار فہم ہو تو اسے 'غریب' کہتے ہیں، کیوں کہ اس کا معنی سمجھ سے غائب ہوتا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح سورج غروب ہوتا ہے تو اس کا پتہ نہیں چلتا کہ وہ کہاں ہے تو اس کے لیے کہہ دیا جاتا ہے: 'غربت الشمس' کہ اب سورج غروب ہو گیا ہے"۔

ابن عساکر، لطائف الذخيرة اور مختصر تاريخ بغداد شامل ہیں۔ قاہرہ میں 711ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو: موسوعہ فقہیہ، ج3، ص460، وزارت اوقاف کویت، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا۔

[3] ابن منظور الافریقی، ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۱۶ھ)، تحقیق: امین محمد عبد الوہاب، محمد الصادق العبیدی، ج1، ص638، مادہ غرب۔

[4] الفیومی: احمد بن محمد، المصباح المنير فى غريب الشرح الكبير للرافعى، (مصر: المطبعۃ الامیریۃ، 1412ھ)، ص607، مادہ غرب۔

[5] البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحيح للبخاری، باب قول النبى ﷺ كن فى الدنيا غريب أو عابر سبيل، حدیث رقم: 6416۔

[6] ان کا پورا نام ابو سلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم بن خطاب البستی الخطابی ہے۔ کثیر التصانیف حضرات میں شمار کیے جاتے ہیں۔ علامہ ذہبی نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کی تصانیف کا مطالعہ کرنے سے ان کے تبحرِ علمی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مقام بست میں 388ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو: سیر اعلام النبلاء، ج17، ص33-37۔

[7] الخطابی، ابو سلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم بن خطاب، غريب الحديث (بیروت: دار الفکر، 1982ء)، تحقیق: الدکتور عبد الکریم العرباوی، ج1، ص70-71۔

علامہ سیوطی[8] (م:911ھ) نے تدریب الراوی میں امام نووی[9] (م:676ھ) کی طرف نسبت کرتے ہوئے 'غریب الحدیث' کی تعریف یوں کی ہے: وھو ما وقع فی متن الحدیث من لفظة غامضة بعیدة من الفھم لقلة إستعمالھا[10] "متنِ حدیث میں ایسے الفاظ کا آجانا جن کا سمجھنا مشکل ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے الفاظ بہت کم کلامِ عرب میں استعمال ہوتے ہیں۔"

غریب الحدیث اور حدیثِ غریب میں فرق

علامہ صنعانی (م:1186ھ) اِن دونوں کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هذا خلاف الغریب الماضی ذکره قریباً فذاک یرجع إلی الإنفراد من جهة الروایة وأما هنا فهو ما یخفی من ألفاظ المتون ولو کانت متواترة[11]

"حدیثِ غریب کا معاملہ غریب الحدیث سے مختلف ہے، حدیثِ غریب کا تعلق جہتِ روایت سے ہے، یعنی وہ حدیث جسے کم سے کم ایک راوی روایت کرنے والا ہو، جب کہ غریب الحدیث کا تعلق متونِ حدیث سے ہے، یعنی متنِ حدیث میں ایسے الفاظ کا آجانا جن کی مراد مخفی ہو، اگرچہ وہ متواتر حدیث میں ہی کیوں نہ ہوں"۔[12]

بالکل یہی فرق حافظ ابن الصلاح نے بھی بیان کیا ہے۔[13]

---

[8] علامہ سیوطی کا پورا نام عبدالرحمن بن ابی بکر بن محمد السیوطی ہے۔ایک نابغۂ روزگار شخصیت تھی۔بہت بڑے مفسر، محدث، فقیہ، اصولی تھے۔علمِ لغت میں بھی ان کا کوئی ثانی نہ تھا، تاریخ پر بھی مکمل گرفت تھی۔ان کی تالیفات کی تعداد چھ سو کے قریب پہنچتی ہے، جن میں سب سے نمایاں 'الدر المنثور فی التفسیر الماثور'، 'الاتقان فی علوم القرآن'، 'الجامع الکبیر'، 'الجامع الصغیر' اور 'تدریب الراوی شرح تقریب النووی' شامل ہیں۔911ھ میں وفات پائی۔ملاحظہ ہو: ابن العماد، شذرات الذهب في أخبار من ذهب، (بیروت: دارالکتب العلمیہ، س ن)، ج۴، ص۵۱-۵۴۔الشوکانی، البدر الطالع (بیروت: دار المعرفۃ، س ن) ج1، ص335۔

[9] علامہ نووی کا پورا نام ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی دمشقی ہے۔بہت بڑے محدث اور فقہائے شافعیہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔تقویٰ و ورع میں اپنے ہم عصر علما پر فوقیت رکھتے تھے۔کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ان کی معروف ترین تصانیف میں سے 'شرح صحیح مسلم' اور 'ریاض الصالحین' شامل ہیں۔631ھ میں پیدا ہوئے اور 676ھ میں تقریباً 37 سال کی عمر میں وفات پائی۔ملاحظہ ہو: سیوطی، طبقات الحفاظ، ص۵۰۶۔

[10] السیوطی، جلال الدین، عبدالرحمن بن ابی بکر، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی (المدینۃ المنورۃ: المکتبۃ العلمیہ، 1392ھ)، ج2، ص182۔

[11] الصنعانی، محمد بن اسماعیل، توضیح الافکار لمعانی تنقیح الانظار، (المدینۃ المنورۃ: المکتبۃ السلفیہ، س ن)، ج2، ص412-413۔

[12] احمد شاکر نے بھی یہی فرق بیان کیا ہے۔ملاحظہ ہو: احمد شاکر، شیخ، الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث، (مصر: مکتبۃ دار التراث، 1399ھ/1979ء)، ص141۔

[13] الشہروزی، ابو عمرو عثمان بن صلاح الدین عبدالرحمان، علوم الحدیث لابن الصلاح، المعروف مقدمة ابن الصلاح، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1974ء)، تحقیق: د۔عائشہ عبدالرحمن بنت الشاطی، ص137۔

غریب الحدیث کی وجہ تسمیہ

علامہ خطابی (م:388ھ) نے اپنی کتاب 'غریب الحدیث' میں غریب الحدیث کی وجہ تسمیہ کے بیان میں دو وجوہات کا ذکر کیا ہے: اوّل تو اس لیے کہ کلام میں اجنبی اور ناموس الفاظ استعمال ہوتے ہیں، جن کو بغیر دشواری کے جاننا ممکن نہیں ہوتا، اس لیے اِسے غریب کہہ دیا جاتا ہے، کیوں کہ غریب کا لفظ اجنبی کے معنی میں بھی آتا ہے۔ دوم اس لیے کہ کلام میں قبائلِ عرب کے شاذ اور غیر معروف الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں، جو بہ ظاہر اپنے محل سے دور معلوم ہوتے ہیں، جس طرح ایک اجنبی شخص جو اپنے مقام اور وطن سے دور ہونے کی وجہ سے غیر مانوس اور غیر معروف ہوتا ہے۔[14]

غریب الحدیث کی اہمیت

کسی بھی کلام کو سمجھنے اور اس کے فوائد پر عمل کرنے کے لیے الفاظ ہی ذریعہ بنتے ہیں کہ کلام کہنے والا اور لکھنے والا الفاظ کا سہارا لیتا ہے، اگر اس کلام کے الفاظ ہی غیر مانوس ہوں کہ قاری اُن کو پڑھ ہی نہ سکے یا اُن کا معنی و مفہوم ہی نہ سمجھ سکے تو وہ کلام بے فائدہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ اِس علم کی اہمیت کا اندازہ اِس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اِس کا تعلق بھی حدیث پاک میں آنے والے غیر معروف اور ناموس الفاظ کے ساتھ ہے۔ حدیث رسول ﷺ دینِ اسلام کے بنیادی ماخذ میں سے دوسرا ماخذ ہے، جب کہ حدیث نبوی ﷺ کی مراد بھی الفاظ پر موقوف ہے، اس لیے اگر الفاظِ حدیث کا معنی ہی نہ معلوم ہو سکا تو صحیح مراد تک کیسے پہنچا جاسکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ اِس علم کی اہمیت کے بارے میں علامہ خطابی فرماتے ہیں:

> فواجب على من داب فى طلب الحديث ولهج يتبع طرقه ان يعنى أولا باصلاح ألفاظ وأحكام متونه لئلا يكون حظه من سعيه عناءً ولاغناء معه وتعباً لانجح فيه[15]

> "جو شخص علمِ حدیث اور اس کے طرق کی معرفت کے لیے نکلا ہے، اُس پر واجب ہے کہ اوّلاً حدیث کے الفاظ اور اُس کے متن کی معرفت کا ملکہ پیدا کرے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی یہ کوشش رائیگاں چلی جائے۔ (یعنی وہ تو اپنی طرف سے حدیث پڑھ رہا ہو لیکن الفاظِ حدیث کی عدمِ معرفت کی وجہ سے مفہوم نہ سمجھ سکے جو مطلوب ہے)"۔

اِس علم کی اِسی اہمیت کے پیشِ نظر علمائے سلف نے حدیث میں آنے والے الفاظِ غریبہ کے بارے میں بہت احتیاط سے کام لیا اور اس بارے میں تخمین و گمان کے ساتھ کچھ کہنے سے گریز کیا۔ امام احمد بن حنبل[16] (م:241ھ) سے کسی شخص نے حدیث

---

[14] خطابی، غریب الحدیث، ص1، ص71۔

[15] خطابی، غریب الحدیث، ج1، ص51۔

[16] امام موصوف کا پورا نام ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی ہے۔ ائمہ اربعہ میں سے ایک امام ہیں، 164ھ میں پیدا ہوئے اور 241ھ میں وفات پائی۔ ان کے جنازہ میں تقریباً تیرہ لاکھ انسانوں نے شرکت کی۔ ملاحظہ ہو: ابن خلکان، وفیات الاعیان، ج1، ص63-64۔

میں آنے والے کسی حرفِ غریب کے بارے میں پوچھاتو آپ نے فرمایا: سلوا أصحاب الغریب فإنی أکرہ أن أتکلم فی حدیث رسول ﷺ بالظن[17]"اِس بارے میں علمائے غریب الحدیث(علم غریب الحدیث میں مہارتِ تامہ رکھنے والوں) سے معلوم کرلو،اس لیے کہ میں اس بات کو ناپسند سمجھتاہوں کہ مجھ سے کوئی حدیثِ رسول ﷺ کے بارے میں پوچھے اور میں اس بارے میں بغیر علم کے کچھ کہہ دوں"۔ علامہ ابن الاثیر[18](م:606ھ)اِس علم کی اہمیت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:إن علم الحدیث من أشرف العلوم الإسلامیة قدراً وإنه أحد أقطاب الإسلام التی یدور علیها،وینقسم قسمین:أحدهما معرفة ألفاظه،وثانیهما معرفة معانیه[19]"علمِ حدیث تمام علوم میں ایک امتیازی شان رکھتاہے،مزید برآں یہ اسلام کی وہ بنیاد ہے جس کے ارد گرد وہ گھومتاہے۔علم غریب الحدیث کی دو قسمیں ہیں: نمبر 1۔الفاظِ حدیث کی پہچان اور نمبر 2 حدیث کے معانی اور مفہوم کی پہچان۔" حافظ ابن الصلاح[20](م:643ھ)اِس علم کی اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں:هذا فن مهم یقبح جهله بأهل الحدیث خاصة،ثم بأهل العلم عامة،والخوض فیه لیس بالهین،والخائض فیه حقیق بالتحری،جدیر بالتوقی[21] "یہ فن علومِ حدیث میں بہت اہمیت کا حامل ہے، علمِ حدیث کے طالبِ علم کے لیے اِس کی معرفت از حد ضروری ہے اور عدمِ معرفت تو بہت ہی زیادہ قابلِ مذمت ہے۔عام اہلِ علم کے لیے بھی اس کا جاننا بہت ضروری ہے۔اِس علم کے بحرِ بے پایاں میں غوطہ زنی کرنا آسان کام نہیں ہے، لیکن جو شخص بھی یہ کام سرانجام دے وہ لائق صد تحسین ہے"۔علامہ احمد محمد شاکر فرماتے ہیں:هذا الفن من أهم فنون الحدیث واللغة ویجب علی طالب الحدیث اتقانه، والخوض فیه صعب، والإحتیاط فی تفسیر الألفاظ النبویة واجب[22] "یہ فن علمِ حدیث اور لغت کے

---

[17] احمد شاکر، شیخ،الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث،(مصر:مکتبۃ دارالتراث،1399ھ/1979ء)،ص160۔

[18] علامہ ابن الاثیر اپنے زمانے کے قاضی تھے۔علوم اسلامیہ میں بہت زیادہ مہارت رکھتے تھے۔بلاغت کے میدان میں اُن کا کوئی ثانی نہ تھا۔اُن کا پورا نام ابوالسعادات المبارک بن محمد بن عبد الکریم ابن عبدالواحد الشیبانی الجزری الموصلی ہے۔ان کی شہرہ آفاق تصانیف میں سے 'جامع الاصول' اور 'غریب الحدیث' شامل ہیں۔544ھ میں پیدا ہوئے اور 606ھ میں موصل میں وفات پائی۔ملاحظہ ہو: ذہبی، سیر اعلام النبلاء،ج21،ص479-491۔

[19] الشیبانی الجزری، ابو السعادات مجد الدین المبارک بن محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد،النهایة فی غریب الحدیث والاثر،(بیروت: دار الفکر، س۔ن)، تحقیق:احمد الزاوی و محمود محمد الطناحی)،ج1،ص3۔

[20] حافظ ابن الصلاح شیخ الاسلام کے لقب سے جانے جاتے تھے،ان کا پورا نام تقی الدین ابو عمرو عثمان بن المفتی صلاح الدین عبدالرحمان بن عثمان بن موسیٰ الکردی الشہرزوری الموصلی الشافعی ہے۔ان کی تصانیف میں 'علوم الحدیث' اہل علم کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔اللہ تعالی کی طرف سے ایک خاص رعب اور جلال عطا کیا گیا تھا۔تکلم میں فصاحت وبلاغت میں ایک باکمال شخص تھے۔643ھ میں وفات پائی۔ملاحظہ ہو: ذہبی، سیراعلام النبلاء،ج23،ص140-143۔

[21] ابن الصلاح،علوم الحدیث لابن الصلاح،ص272۔

[22] احمد بن محمد شاکر،الباعث الحثیث،ص160۔

فنون میں سے ایک اہم ترین فن ہے، اِسی اہمیت کے پیشِ نظر علمِ حدیث کے طالب علم کی ذمہ داری ہے کہ اِس فن میں مہارتِ تامہ حاصل کرے، لیکن یہ بات بھی یاد رہے کہ اِس علم کے بحرِ بے کراں میں غوطہ زنی بھی ہر آدمی کے بس کی بات نہیں، چوں کہ اِس علم کا تعلق الفاظِ نبوی سے ہے، اس لیے اِن کی تفسیر کرتے وقت بھی بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے''۔

علم غریب الحدیث میں لکھی جانے والی مشہور تصنیفات

اِسی اہمیت کے پیش نظر علمائے محدثین نے خاص طور پر اور علمائے سلف نے عام طور پر اِس میں بہت زیادہ دل چسپی لی اور بہت ساری کتابیں تالیف فرمادیں۔ اِس علم میں سب سے پہلے کس شخص نے قلم اٹھایا، اِس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک سب سے پہلے جس شخص نے کتاب لکھی وہ ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ (م: 209ھ) ہیں، جن کی کتاب کا نام 'کتاب أبی عبیدة معمر بن المثنی' ہے۔ جب کہ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اِس سلسلے میں سب سے پہلی کتاب ابوالحسن النضر بن شمیل (م: 204ھ) نے لکھی، جس کا نام 'کتاب أبی الحسن النضر بن شمیل'' ہے۔ غریب الحدیث: یہ کتاب ابو عبید قاسم بن سلام (م: 224ھ) کی ہے۔ اِس موضوع پر سب سے جامع اور مفصل کتاب سمجھی جاتی ہے، جو حیدر آباد دکن سے شائع ہو چکی ہے، البتہ اِس میں حروفِ تہجی کا لحاظ نہ ہونے کی وجہ سے کسی لفظ کے معنی تلاش کرنا بہت مشکل ہے۔ غریب الحدیث: ابن قتیبہ الدینوری (م: 276ھ) کی تالیف ہے۔ غریب الحدیث: یہ کتاب علامہ خطابی (م: 388ھ) کی ہے، لیکن سابقہ کتب کی نسبت زیادہ قابل اعتماد ہے۔ غریب الحدیث: یہ علامہ ابو عبید الهروی (م: 401ھ) کی تالیف ہے۔ الفائق فی غریب الحدیث: مشہور معتزلی مفسر جار اللہ زمخشری (م: 538ھ) کی تالیف ہے۔ غریب الحدیث: علامہ ابوالفرج ابن الجوزی (م: 597ھ) کی کاوش ہے۔ النهایة فی غریب الحدیث: ابوالسعادات مجد الدین ابن الاثیر (م: 606ھ) کی تالیف شدہ کتاب ہے۔ یہ کتاب حسنِ ترتیب کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے، مؤلف نے اسے حروفِ تہجی کی ترتیب پر مرتب کیا ہے، اسی لیے اس موضوع پر اس کا فائدہ عام ہوا، اور مآخذ میں شمار ہوئی۔ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نے مقدمہ درس ترمذی میں غریب الحدیث پر لکھی جانے والی ایک اور کتاب کا تعارف کروایا ہے، لکھتے ہیں: ''آخری دور میں علامہ طاہر پٹنی نے ''مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار'' تالیف فرمائی، جو اِس موضوع کی مقبول، مستند اور متداول کتاب ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیری اِس کتاب کو غریب الحدیث کی تمام کتب پر فوقیت دیا کرتے تھے، جس کی وجہ یہ تھی کہ اِس کتاب میں صرف الفاظ ہی کی تشریح نہیں کی گئی، بل کہ ہر لفظ جن احادیث میں آیا ہے، اُن احادیث کی بھی مختصر اور ملخص تشریح اِس میں موجود ہے۔ حضرت شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اس کے مؤلف نے الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے کتبِ لغت کے علاوہ تمام شروحِ حدیث کو بھی سامنے رکھا ہے''۔[23]

---

[23] تقی عثمانی، مفتی محمد، درس ترمذی، (کراچی: مکتبة الرشد، س-ن)، ج 1، ص 60۔

حلِ غریب الحدیث کے حوالے سے 'بذل المجہود' کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مولانا سہارن پوری نے مختلف مناہج میں بڑے خوب صورت انداز سے الفاظِ غریبہ کو حل کیا ہے۔ تتبع اور تلاش سے جو مناہج سامنے آئے ہیں، اُن کا ذیل میں تذکرہ کیا جاتا ہے:

قرآنی آیات سے استشہاد

مولانا سہارن پوری غریب لفظ کا معنی بیان کرتے ہوئے آیات قرآنی سے بھی استشہاد کرتے ہیں۔ اس منہج میں کبھی ائمۂ لغتِ غریب کے اقوال پیش کرتے ہیں اور پھر اس کی تائید میں قرآنی آیات کا حوالہ دیتے ہیں، کبھی غریب لفظ کے مادۂ اشتقاق کو ذکر کر کے قرآنی آیت پیش کرتے ہیں اور کبھی آیت کو ذکر کیے بغیر کسی مفسر کے حوالے سے اس کا حل فرما دیتے ہیں۔ امام ابو داؤد نے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ذکر کی ہے، جس کے الفاظ ہیں: أَنَّ رِجَالًا أَتَوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ، وَقَدْ امْتَرَوْا فِي الْمِنْبَرِ مِمَّ عُودُهُ،[24] "کچھ لوگ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس حال میں کہ وہ منبر کے بارے میں جھگڑ رہے تھے، کہ یہ کس لکڑی سے بنایا گیا ہے؟" اِس حدیث میں آنے والے لفظ 'امتروا' کی شرح کرتے ہوئے مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں:

قال الحافظ: من المماراة وهي المجادلة وقال الكرماني: من الامتراء وهو الشک، ويؤيد الأول قوله فی رواية عبد العزيز ابن أبي حازم عن أبيه عند مسلم: إن تماروا فان معناه تجادلوا، قال الراغب: الامتراء والمماراة المجادلة ومنه فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا وقال أيضاً: المرية التردد فی الشیء، ومنه فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَآئِهِ[25]

"حافظ ابن حجر (م: 852ھ) فرماتے ہیں کہ یہ لفظ مماراۃ سے نکلا ہے، جس کے معنی کسی سے جھگڑا کرنے کے آتے ہیں، کرمانی کا کہنا ہے کہ یہ امترا سے ہے، جس کے معنی شک کرنے کے آتے ہیں، حافظ ابن حجر کے بیان کردہ معنی کی تائید مسلم شریف کی اِس حدیث سے ہوتی ہے: "أن تماروا" جس کا معنی ہے: جھگڑا کرنا۔ امام راغب کا کہنا ہے کہ اس لفظ میں دونوں معنوں کا احتمال ہے، دونوں کی تائید قرآن پاک کی آیات سے ہوتی ہے۔ اگر یہ مماراۃ سے ہو تو معنی بنتا ہے: جھگڑا کرنا، قرآن پاک کی آیت ہے: فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَآءً[26] "پس آپ اِن کے بارے میں جھگڑا

---

[24] ابوداؤد، سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب اتخاذ المنبر، حدیث رقم: 1080۔

[25] سہارن پوری، مولانا خلیل احمد، بذل المجهود فی حل سنن أبي داؤد، (بیروت: دار البشائر الاسلامیہ، 1426ھ/2006ء)، ج 5، ص 96۔

[26] الکہف 18:22۔

مت کیجیے''۔اسی طرح اگر یہ امتراسے ہو تو اس وقت معنی ہو گا: شک کرنا،اس کی تائید بھی قرآن پاک کی آیت سے ہوتی ہے: فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَآئِهِ[27] آپ ان کی ملاقات کے بارے میں کوئی شک نہ کیجئے''۔

حدیث سے استشہاد

مولانا سہارن پوری بسااوقات کسی غریب لفظ کا معنی بیان کرنے کے بعد حدیث سے بھی استشہاد کرتے ہیں۔امام ابو داؤد نے کتاب اللباس میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث نقل کی ہے: أَنَّ مَلِكَ الرُّومِ، أَهْدَى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ مُسْتُقَةً مِنْ سُنْدُسٍ، فَلَبِسَهَا[28] ''ایک مرتبہ شاہِ روم نے نبی کریم ﷺ کو ایک ریشمی جبہ ہدیہ کیا، تو آپ ﷺ نے اسے زیبِ تن فرمایا''۔مولانا سہارن پوری اس حدیث میں آنے والے لفظ 'مُسْتُقَةً' کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: بضم الميم وسكون السين وضم المثناة فوق،وهي طويل الكمين فارسية معربة وهي معرب مشتة[29] ''میم کے ضمہ، سین کے سکون اور تا کے ضمہ کے ساتھ، وہ جبہ جو طویل آستینوں والا ہو، یہ لفظ فارسی الاصل معرّب ہے، عربی زبان میں اسے 'مشته' کہتے ہیں''۔ مولانا اس لفظ کے معنی کو حدیث سے ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وفي الحديث أنه كان يلبس البرانس والمساتق ويصلي فيها،ومنه حديث عمر رضي الله عنه أنه صلى الله عليه وسلم ويداه في مستقة[30] ''حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ برانس اور مساتق زیبِ تن فرما کر نماز پڑھایا کرتے تھے،اسی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ کے ہاتھ مبارک آستینوں میں تھے۔

قرآن اور حدیث دونوں سے استشہاد

کبھی کبھی غریب لفظ کا معنی بیان کرتے ہوئے قرآن اور حدیث دونوں سے استشہاد کرتے ہیں،اِس کی ایک مثال تو سنن ابی داوٗد کی کتاب الزکوٰۃ کی اِس حدیث کے ضمن میں ملتی ہے: «لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ، وَلَكِنْ هُوَ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا[31] ''بدلہ چکانے والا صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے، حقیقت میں صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب کوئی اُس سے رشتہ توڑے تو وہ اُس کے ساتھ بھی جوڑے''۔اِس حدیث میں آنے والے لفظ 'واصل' کے معنٰی کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا

---

[27] السجدة32 :23

[28] سنن ابی داؤد ،کتاب اللباس،باب من كرهه،حدیث رقم:4047۔

[29] سہارن پوری، بذل المجهود،ج12،ص75۔

[30] سہارن پوری، بذل المجهود،ج12،ص75۔

[31] ابوداؤد،سنن ابی داؤد،کتاب الزكاة ،باب في صلة الرحم،حدیث رقم:1697۔

سہارن پوری لکھتے ہیں: أی قرابته التی تقطع عنه[32] "واصل یعنی صلہ رحمی کرنے والا وہ شخص ہے جو توڑنے والے کے ساتھ بھی جوڑے"۔ پھر اس معنی پر بہ طور استشہاد ایک قرآنی آیت اور ایک حدیث پیش کی ہے، لکھتے ہیں: وهذا من بان الحث علی مکارم الأخلاق، کقوله تعالیٰ: اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ، ومنه قوله ﷺ فی البخاری: صل من قطعک واحسن إلی من أساء إلیک[33] "اس لفظ میں صلہ رحمی کی حقیقی تعریف کر دی گئی ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے: تم اچھے انداز سے مخاطب کا جواب دو، اور اسی طرح بخاری شریف کی روایت سے بھی اس بات کی وضاحت ہوتی ہے، چناں چہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس سے رشتہ جوڑو جو تم سے توڑے، اور اس سے اچھا سلوک کرو جو تم سے برا سلوک کرے"۔

اس کی مزید مثال ایک اور روایت سے بھی ملتی ہے: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ، وَالْقِلَّةِ، وَالذِّلَّةِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أَظْلِمَ، أَوْ أُظْلَمَ[34] "رسول اللہ ﷺ عام طور پر یہ دعا مانگا کرتے تھے: اے اللہ! میں آپ سے فقر، قلت اور ذلت سے پناہ مانگتا ہوں، اِس بات سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ کوئی مجھ پر ظلم کرے یا میں کسی پر ظلم کروں"۔ اِس حدیث میں وارد لفظ 'الفقر' کا معنی بیان کرتے ہوئے مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں:

> أصل الفقر کسر فقار الظهر، والفقر یستعمل علی أربعة أوجه: الأول: وجود الحاجة الضروریة، وذلک عام للإنسان مادام فی دار الدنیا، بل عام للموجودات کلها، وعلیه قوله تعالیٰ: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ، والثانی: عدم المقتنیات، وهو المذکور فی قوله تعالیٰ: لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا، واِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ، والثالث: فقر النفس وهو المقابل لقوله: الغنی غنی النفس، والرابع: الفقر إلی الله تعالیٰ المشار إلیه بقوله: اللهم اغننی بالافتقار إلیک، ولاتفقرنی بالاستغناء عنک[35]

"لغت میں فقر کمر کی ہڈی کے ٹوٹ جانے کو کہتے ہیں یعنی جس طرح کسی کی کمر کی ہڈی ٹوٹ جائے تو سیدھا کھڑا نہیں ہو سکتا، بالکل اسی طرح فقیر بھی معاشرے میں عزت کے ساتھ کھڑا نہیں ہو سکتا۔ لفظ فقر چار معانی میں مستعمل ہے: 1۔ کسی ضروری حاجت پر بھی فقر کا لفظ بولا جاتا ہے، اس معنی کے اعتبار سے ہر انسان فقیر ہے، اس لیے کہ وہ اپنی ہر خواہش میں اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج اور فقیر ہے، جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو، 2۔ کبھی فقر کا اطلاق ضروریاتِ زندگی کی عدمِ دست یابی پر ہے، جیسا کہ اللہ

---

[32] سہارن پوری، بذل المجهود، ج6، ص566۔

[33] سہارن پوری، بذل المجهود، ج6، ص566۔

[34] ابوداؤد، سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب فی الاستعاذة، حدیث رقم: 1544۔

[35] سہارن پوری، بذل المجهود، ج6، ص282۔

تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اُن فقرا پر خرچ کرو جو اللہ کے راستے میں روک لیے گئے ہیں، اسی طرح ارشاد فرمایا: زکوٰۃ فقرا کو دینی چاہیے، 3۔ نفس کے فقر پر بھی بولا جاتا ہے، اس وقت فقر سے مراد وہ فقر ہو گا جو غِنیٰ کے مقابل ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں آتا ہے حقیقی غِنیٰ تو نفس کا غِنیٰ ہے، 4۔ اللہ کی طرف احتیاجی، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: اے اللہ مجھے اپنی ذات کا محتاج کر دے اور میں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں آپ سے مستغنی ہو جاؤں"۔

فقر کے چار معانی بیان کرنے کے بعد مولانا سہارن پوری نے 'أقول' کہہ کر اِس بات کی وضاحت کی ہے کہ حدیث مذکور میں فقر کا کون سا معنی مراد ہے، اور اُس کی وجہ کیا ہے، لکھتے ہیں:

أقول: فالمستعاذ منه فى الحديث القسم الثانى، وإنما استعاذ منه عند عدم الصبر وقلة الرضا به أو استعاذ من الفقر الذى هو فقر النفس لا قلة المال[36]

"میرے نزدیک حدیث مذکور میں فقر کے معانی میں سے دوسرا معنی مراد ہے، یعنی ضروریاتِ زندگی کی عدم دست یابی، فقر سے اس لیے پناہ مانگی جا رہی ہے کہ اس وقت انسان بے صبری کا مظاہرہ کر بیٹھتا ہے اور اس حالت پر راضی نہیں ہوتا، یا اِس فقر سے مراد نفس کا فقر بھی ہو سکتا جو غِنیٰ کا مد مقابل ہے"۔

عربی اشعار سے استشہاد

مولانا سہارن پوری حلِ الفاظِ غریبہ کے سلسلے میں عربی اشعار سے بھی استشہاد کرتے ہیں، اس حوالے سے بھی اُن کے مناہج مختلف ہیں؛ کبھی شاعر کا نام ذکر کرتے ہیں تو کبھی نہیں، کبھی لفظِ غریب کا معنی کسی لغت کے امام کے ساتھ پیش کر کے اس پر عربی شعر پیش کرتے ہیں اور کبھی بغیر معنی بیان کیے ہوئے۔

کتاب الادب میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت مروی ہے: إِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ[37] "جھوٹ سے بچو، کیوں کہ جھوٹ انسان کو گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ دوزخ کی طرف"۔ حدیث میں وارد لفظ 'الفجور' کی تشریح کرتے ہوئے مولانا نے علامہ خطابی کا قول پیش کیا ہے، لکھتے ہیں: قال الخطابى: أصل الفجور الميل عن الصدق، والانحرف إلى الكذب[38] "فجور کا معنی ہے: سچائی سے دور اور جھوٹ کے قریب ہونا"۔

---

[36] سہارن پوری، بذل المجهود، ج6، ص282۔

[37] ابوداؤد، سنن أبى داؤد، كتاب الأدب، باب التشديدفى الكذب، حدیث رقم: 4989۔

[38] سہارن پوری، بذل المجهود، ج13، ص389۔

فجور[39] کا معنی بیان کرنے کے بعد بہ طور استشہاد شاعر کا نام ذکر کرتے ہوئے عربی شعر پیش کیا ہے: ومنه قول الأعرابی فی عمر بن الخطاب رضی الله عنه:

أقسم بالله أبو حفص عمر ما أن بها من نقب و لا وبر

أغفر له اللهم إن كان فجر[40]

مولانا سہارن پوری کبھی کبھی حل لفظِ غریب کے سلسلے میں عربی شعر تو پیش کرتے ہیں، لیکن شاعر کا نام نہیں لیتے۔ کتاب الادب میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت ہے، وہ فرماتی ہیں:

مَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْتِي قَطُّ إِلَّا رَفَعَ طَرْفَهُ إِلَى السَّمَاءِ، فَقَالَ: للَّهُمَّ أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَضِلَّ، أَوْ أُضَلَّ، أَوْ أَزِلَّ، أَوْ أُزَلَّ، أَوْ أَظْلِمَ، أَوْ أُظْلَمَ، أَوْ أَجْهَلَ، أَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ[41]

''آپ ﷺ جب میرے گھر سے نکلتے تو آسمان کی طرف رخ فرما کر یہ دعا مانگا کرتے تھے: اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں، اِس بات سے کہ میں گم راہ ہو جاؤں یا گم راہ کر دیا جاؤں، راہِ حق سے پھسل جاؤں یا پھسلا دیا جاؤں، میں کسی پر ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے، میں کسی سے الجھوں یا کوئی مجھ سے الجھے''۔

مولانا سہارن پوری اِس حدیث میں آنے والے لفظ 'أجهل' کی توضیح میں لکھتے ہیں: أی أفعل فعل الجاهلین، أو یفعل أحد علی فعل الجهلة[42] 'أجهل' کا معنی ہے: میں کسی سے جہالت والا معاملہ کروں یا کوئی مجھ سے ایسا معاملہ کرے۔ عام طور پر جب لفظِ جہل بولا جاتا ہے تو اس وقت سننے اور پڑھنے والا اس سے وہ جہل مراد لیتا ہے جو علم کی ضد ہے۔ مولانا سہارن پوری نے اس لفظ کی وضاحت فرما کر ایک اور معنی کی طرف راہ نمائی کی ہے کہ لفظ جہل کبھی کبھی بد اخلاقی، درشتی اور اکھڑپن کے معنی میں بھی آتا ہے۔ پھر اس معنی پر بہ طور استشہاد جاہلی شاعر کا ایک شعر پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ألا لا یجهلن أحد علینا فنجهل فوق جهل الجاهلینا[43]

''خبردار! کوئی شخص ہرگز ہمارے ساتھ درشتی نہ برتے، جواباً ہم تمام اکھڑوں کے اکھڑپن سے بڑھ کر اکھڑ ثابت ہوں گے''[44] مذکورہ شعر میں لفظ جہل سے مراد جہالتِ علمی نہیں، بل کہ بد اخلاقی اور درشتی ہے اور یہی معنی حدیث میں آنے والے

---

[39] فجور کا معنی عام طور پر ہماری زبان میں گناہ سے کیا جاتا ہے، جب کہ اس کا معنی حق بات سے منحرف ہو کر باطل کی طرف مائل ہونے کے آتے ہیں۔ مولانا سہارن پوری اِسی معنی کو بیان کرنے کے لیے عربی کا شعر پیش کر رہے ہیں۔

[40] سہارن پوری، بذل المجهود، ج13، ص389۔

[41] ابوداؤد، سنن أبي داؤد، کتاب الادب، باب ما جاء فیمن دخل بیته ما یقول، حدیث رقم: 5094۔

[42] سہارن پوری، بذل المجهود، ج13، ص490۔

[43] سہارن پوری، بذل المجهود، ج13، ص490۔

[44] رضوی، ڈاکٹر خورشد، عربی شاعری (لاہور: شیخ زاید اسلامک سینٹر، 2001ء)، 48/۔

لفظ جہل کا ہے۔

ضبط بالاعراب اور ذکر مصدر کے ساتھ حل

الفاظِ غریبہ کے حل کے سلسلے میں مولانا سہارن پوری کا ایک منہج یہ رہا ہے کہ غریب لفظ کی وضاحت کرتے ہوئے ضبط بالاعراب بھی کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اس کے مصدر کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ اس حوالے سے اگر بہ نظر غائر مطالعہ کیا جائے تو مختلف مناہج سامنے آتے ہیں، جن کا یہاں تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ضبط بالاعراب، ذکر مصدر اور وجہ تسمیہ

مولانا سہارن پوری بسا اوقات کسی غریب لفظ کی وضاحت کرتے وقت اس کے مصدر، وجہ تسمیہ اور ضبط بالاعراب بیان کر دیتے ہیں۔ سنن ابی داؤد میں کتاب اللباس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث ہے: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «نَهَى عَنْ لُبْسِ الْقَسِّيِّ، وَعَنْ لُبْسِ الْمُعَصْفَرِ، وَعَنْ تَخَتُّمِ الذَّهَبِ، وَعَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الرُّكُوعِ[45] ''رسول اللہ ﷺ نے قسی کپڑے اور کسم و زعفران سے رنگے کپڑے پہننے سے، سونے کی انگوٹھی سے اور رکوع میں قرآن پڑھنے سے منع فرمایا[46]۔ اس حدیث میں آنے والے لفظ 'قسی' کی وضاحت میں مولانا سہارن پوری رقم طراز ہیں:

> (عَنْ لُبْسِ الْقَسِّيِّ) بفتح القاف وقد تكسر وتشديد السين: ثياب فيها حرير يؤتى بها من مصر، ويقال: إنها منسوبة إلى بلاد، يقال لها: قس، قال فى القاموس: القس: موضع بين العريش والغرماء من أرض مصر، منه الثياب القسية، وقد تكسر أو هي القزية فابدلت الزاى، ويقال: إنها القز أبدل الزاى سينًا، قال فى القاموس: القز: الابريسم[47]

''لفظ قسی کو قاف کے فتحہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور کبھی کبھی اسے مکسور بھی پڑھا جاتا ہے اور سین مشدد ہے، اِس سے مراد ریشم کا ایک خاص کپڑا ہے جو مصر سے لایا جاتا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس شہر میں یہ کپڑا بنایا جاتا تھا اُس کا نام چوں کہ قس تھا، اس لیے اس شہر کی طرف نسبت کرتے ہوئے قسی کہہ دیا جاتا ہے۔ قاموس میں ہے کہ قس ایک جگہ کا نام ہے جو عریش اور غرما نامی جگہ کے درمیان واقع ہے، اسی وجہ سے اِس شہر کے بنے ہوئے کپڑوں کو قسیہ کہا جاتا ہے۔ اگر قسی کے قاف پر کسرہ پڑھیں تو معنی ہوگا: وہ کپڑا جو قز سے بنایا جاتا ہے، اس صورت میں اس کی اصل قزیۃ ہوگی اور زا کو سین سے تبدیل کرنے کی وجہ سے اسے قسی کہہ دیا جاتا ہے۔ نیز یاد رہے کہ قز سے مراد ایک خاص قسم کی ریشم ہے۔''

---

[45] ابوداؤد، سنن أبي داؤد، کتاب اللباس، باب من كرهه، حدیث رقم: 4044۔

[46] محبوب احمد، مولانا، انعام المعبود شرح ابوداؤد، (کراچی: مکتبۃ المقیت، س۔ن)، ص 357۔

[47] سہارن پوری، بذل المجهود، ج12، ص73۔

مولانا سہارن پوری نے یہاں لفظ قسی کا نہ صرف معنی بیان کیا ہے، بل کہ اس کا اعراب ضبط کر کے اس کے مختلف معانی بیان کرنے کے بعد ذکرِ مصدر کے ساتھ وجہِ تسمیہ بھی بیان کی ہے۔

ماہرینِ علم الغریب کے اقوال سے استشہاد

مولانا سہارن پوری کے حل الفاظِ غریبہ کے لیے ائمہ لغتِ غریب کے اقوال سے استشہاد میں بھی مختلف مناہج ہیں۔ مولانا سہارن پوری کبھی کسی غریب لفظ کو ضبط کرنے کے بعد ائمہ کے اقوال کے ذریعے اس کی تشریح کرتے ہیں۔ سنن ابی داؤد میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے الفاظ ہیں: أُتِيَ بِأَبِي قُحَافَةَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَرَأْسُهُ وَلِحْيَتُهُ كَالثَّغَامَةِ بَيَاضًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «غَيِّرُوا هَذَا بِشَيْءٍ، وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ[48] "فتح مکہ کے موقع پر ابو قحافہ کو اس حال میں لایا گیا کہ اُن کا سر اور داڑھی ثغامہ درخت کی طرح سفید تھا، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس سفیدی کو کسی چیز کے ذریعے ختم کرو، لیکن سیاہی سے بچو"۔ اِس حدیث میں وارد لفظ 'ثغامة' کی وضاحت مولانا سہارن پوری نے یوں کی ہے: بثاء مثلثة مفتوحة،ثم غين معجمة مخففة، قال أبو عبيد: هو نبت أبيض الزهر والثمر،شبه بياض الشيب به، وقال ابن الأعرابي: هو شجر تتبيض، كأنها الثلج[49] "امام ابو عبید فرماتے ہیں کہ ثغامہ سے مراد وہ بوٹی ہے جس کا پھل اور ٹہنی سفید ہوتی ہے، سفید بالوں کو اس ٹہنی کے ساتھ اس کے سفید ہونے کی وجہ سے تشبیہ دی ہے۔ ابن الاعرابی کے نزدیک اس سے مراد وہ درخت ہے جو برف کی طرح بالکل سفید ہوتا ہے۔" مولانا سہارن پوری نے ثغامہ کا معنی صرف ائمۂ لغتِ غریب کے اقوال کے ذریعے بیان کیا ہے اور اسے ضبط بھی کیا ہے، البتہ اپنی طرف سے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

سنن ابی داؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث ہے: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ، مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ ثُمَّ يَقُولُ: كَانَ أَبُوكُمْ يُعَوِّذُ بِهِمَا إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ[50] اِس حدیث میں آنے والے لفظ 'ھامہ' کے بارے میں مولانا سہارن پوری علامہ خطابی کے حوالے سے لکھتے ہیں: الهامة:إحدى الهوام ذوات السموم،كا لحية والعقرب ونحوهما[51] "ھامہ سے مراد زہر والے حشرات الارض ہیں، جیسے سانپ اور بچھو وغیرہ"۔

فارسی لغت سے استشہاد

کبھی کبھی مولانا سہارن پوری غریب لفظ کی وضاحت میں فارسی لغت سے بھی معنی بیان کر دیتے ہیں۔ سنن ابی داؤد میں

---

[48] ابوداؤد، سنن أبي داؤد ،كتاب الترجل ،باب في الخضاب، حدیث رقم: 4201۔

[49] سہارن پوری، بذل المجهود، ج12، ص231۔

[50] ابوداؤد، سنن أبي داؤد ،كتاب السنة ،باب في القرآن، حدیث رقم: 4737۔

[51] سہارن پوری، بذل المجهود، ج13، ص157۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت ہے، وہ فرماتی ہیں: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَوْرٍ مِنْ شَبَهٍ[52] "میں اور رسول اللہ ﷺ پیتل کے چھوٹے برتن سے غسل کیا کرتے تھے"۔ اِس حدیث میں آنے والے لفظ 'تَوْرٍ مِنْ شَبَهٍ' کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا سہارن پوری رقم طراز ہیں:

التور بفتح التاء المثناة الفوقانية، وسكون واو: أناء صغير من صفر أو حجارة، يشرب منه، وقد يتوضا منه، ويوكل منه الطعام، والشبه بفتحتين: شيء يشبه الصفر بالفارسية برنج كذا فى المجمع وقال: فى 'غياث اللغات': شبة: برنج کہ از ترکیب مس و جست حاصل شود بهندی آں را پیتل گویند[53]

"(تور) تا کے فتحہ کے اور واؤ کے سکون کے ساتھ، پیتل یا پتھر کے ایسے برتن کو کہا جاتا ہے جس سے کبھی وضو کیا جاتا ہے اور کبھی پانی پیا جاتا ہے اور کبھی اس سے کھانا کھایا جاتا ہے۔ شبہ کو شین اور با کے فتحہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے، مراد ایسی شے جو پیتل کے مشابہ ہو، فارسی میں اسے برنج کہا جاتا ہے اور یہی معنی مجمع میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ غیاث اللغات میں (شبہ) کا معنی یوں بیان کیا گیا ہے: ایسا برتن جو مس اور جست کی ترکیب سے تیار کیا جاتا ہے، ہندی زبان میں اسے پیتل کہتے ہیں"۔

مزید برآں اِس باب کے شروع میں مولانا سہارن پوری نے 'الصفرة' کا معنی بیان کرتے بھی وقت فارسی لغت سے استشہاد کیا ہے، لیکن اپنی عادت کے موافق عربی لغت کا حوالہ پہلے دیا ہے۔ 'الصفرة' کا معنی بیان کرتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں: قال فى لسان العرب: والصفر: النحاس الجيد، وقيل: ضرب من النحاس، وقال فى المجمع: بضم صاد وسكون فاء وكسر الصاد لغة، وهو الذى تعمل منه الأوانى، وذكر صاحب غياث اللغات فى ترجمته بالفارسية 'رؤئين' الذى يقال له بالهندية 'كانسى'[54] "لسان العرب میں صفر کے معنی بہترین قسم کا پیتل بیان کیا گیا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صفر پیتل کی ایک خاص قسم ہے، مجمع میں ہے کہ صفر وہ چیز ہے جس سے برتن بنائے جاتے ہیں، جب کہ غیاث اللغات میں ہے کہ صفر سے مراد 'رؤئین' ہے، جسے ہندی زبان میں کانسی کہا جاتا ہے۔

مفرد اور جمع

مولانا سہارن پوری الفاظِ غریبہ کی شرح کرتے وقت بسا اوقات جمع کی مفرد اور مفرد کی جمع ذکر کر دیتے ہیں۔ سنن ابی داؤد کے کتاب اللباس میں مذکور ایک حدیث کے الفاظ ہیں: وَرُكُوبِ النُّمُورِ، وَلُبُوسِ الْخَاتِمِ[55] رسول اللہ ﷺ نے چیتوں کی کھال

---

[52] ابوداؤد، سنن أبى داؤد ،كتاب الطهارة، باب الوضوء من آنية الصفر، حدیث رقم: 98۔

[53] سہارن پوری، بذل المجهود، ج1، ص492۔

[54] سہارن پوری، بذل المجهود، ج1، ص492-493۔

[55] ابوداؤد، سنن أبى داؤد ،كتاب اللباس ،باب من كرهه، حدیث رقم: 4049۔

پر سواری کرنے اور انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا۔ مولانا سہارن پوری لفظ 'النُّمُور' کی وضاحت میں لکھتے ہیں: النُّمُورِ جمع نمر، وهو السبع المعروف، وإنما نهى عن استعمال جلده لما فيه من الزينة والخيلاء أو لأنه من فعل العجم[56]۔ 'نمور' جمع ہے اور اس کا مفرد 'نمر' آتا ہے۔ یہ ایک معروف درندہ ہے (جسے اُردو زبان میں 'چیتا' کہا جاتا ہے)، چیتے کی کھال پر سواری کرنے سے اِس لیے منع فرمایا کہ اِس پر سواری کرنا متکبرین کا شیوہ ہے، اِس میں محض دنیاوی زیب وزینت ہے یا اس لیے کہ یہ جاہل، متکبر عجمیوں کا وطیرہ ہے، تو ایسے لوگوں سے مشابہت اختیار کرنے سے بھی منع فرمادیا۔ مولانا سہارن پوری نے 'نمور' کا معنی بیان کرنے سے قبل اس کے مفرد کی طرف بھی 'جمع نمر' کہہ کر اشارہ کیا ہے۔

خلاصۂ بحث

غریب الحدیث، علومِ حدیث میں ایک اہم اور مشکل فن ہے۔ محدثین کے ہاں اس سے بے خبری بہت بڑا نقص اور عیب تصور کیا جاتا ہے۔ اس لیے اس میدان میں قدم رکھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ اللہ سے ڈرتا رہے، کہیں محض اپنے وہم وگمان کے سہارے نبی کریم ﷺ کے کلام کی تشریح کا اقدام نہ کر بیٹھے، اسی لیے محدثین ایسا قدم اٹھانے سے پہلے بہت زیادہ سوچ وبچار سے کام لیا کرتے تھے۔ بعض محدثین کا ذوق ایسے مضامین اور الفاظ خاص کی تلاش میں رہا ہے جو اپنی ندرت وغرابت میں ہر ایک کی رسائی میں نہ ہوں۔ اس فن میں وہی علمائے فن آگے بڑھ سکے، جن کو طلبِ حدیث میں خصوصی شغف اور خاص انہماک رہا۔ اس فن کی اسی نزاکت کے پیشِ نظر جہاں الگ کتب منصۂ شہود پر آئیں تو وہیں شارحینِ حدیث نے بھی شرحِ حدیث کے دوران آنے والے الفاظِ غریبہ کو حل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ مولانا سہارن پوری نے بھی سننِ ابی داؤد میں آنے والے الفاظ غریبہ کو بڑے خوب صورت انداز میں حل کیا ہے۔ اس سلسلے میں مختلف مناہج اپنائے گئے ہیں، مثلاً قرآنی آیات سے استشہاد، احادیث مبارکہ سے استشہاد، عربی اشعار سے استشہاد، سابقہ محدثین وشارحین کے اقوال سے استشہاد، ائمۂ لغتِ غریب کے اقوال سے استشہاد وغیرہ شامل ہیں۔ مزید برآں الفاظِ غریبہ کو ضبط کرکے اس کے مختلف معانی بیان کرتے ہیں، اس سلسلے میں زیادہ تر ائمہ لغت غریب کے اقوال کو پیش کرتے ہیں اور کبھی کبھی آخر میں اپنی ذاتی رائے کا بھی اظہار کردیتے ہیں۔ البتہ بعض اوقات بغیر کسی حوالے کے خود ہی معنی بیان کردیتے ہیں۔ مولانا سہارن پوری کے مذکورہ تمام مناہج میں سے سب سے سہل اور آسان منہج وہ ہے جس میں غریب لفظ کا معنی بیان کرتے ہوئے ائمہ لغت غریب کے اقوال پیش کرکے آخر میں اپنی ذاتی رائے ذکر کرتے ہیں۔ کبھی کبھی ایک لفظ کے مختلف معانی ہوتے ہیں، اُن تمام معانی کو بیان کرنے کے بعد اس بات کی تعیین بھی کرتے ہیں کہ حدیث پاک میں کون سا معنی مراد ہو سکتا ہے اور میری رائے اِس حوالے سے یہ ہے، البتہ بہت سارے مقامات ایسے بھی ہیں جہاں بہت زیادہ اختصار سے کام لیا گیا جس کی وجہ سے تشنگی باقی رہی۔

---

[56] سہارن پوری، بذل المجهود، ج12، ص79۔